ڈاکٹر بدرالدین بٹ

صاحب ابنِ عبّاد ـــ حیات اور علمی خدمات

صاحب ابنِ عبّاد عباسی دور کی ایک مشہور و معروف سیاسی و ادبی شخصیت تھے۔ ان کا اصل نام اسماعیل بن عبّاد بن عباس بن عباد بن احمد بن ادریس تھا۔[1] مگر صاحب کے معاصر شاعر السلامی کے ایک شعر سے پتا چلتا ہے کہ ان کے دادے کے باپ کا نام عبّاد کے بجائے عبد اللہ تھا۔ شعر یہ ہے:

یا ابن عبّاد بن عبا   س بن عبد اللہ حرہا[2]

ابن خلکان کے مطابق وہ ۱۶ ذی قعدہ کو پیدا ہوئے[3] مگر توحیدی کے خیال میں وہ چودھویں کو تولد ہوئے[4] اب جہاں تک ان کے سالِ ولادت کا تعلق ہے تو یہ بہت متنازعہ بن گیا ہے۔ السیوطی کے مطابق صاحب ۳۲۴ھ کو پیدا ہوئے، جب کہ شہاب الدین نے "النہایہ" میں ۳۲۰ھ کا سن دیا ہے[5] ترجمہ نگاروں کی خاصی بڑی تعداد کا بیان ہے کہ وہ ۳۲۶ھ کو پیدا ہوئے۔ ان ترجمہ نگاروں میں ابن خلکان، ابوالفدا، ابوحیان توحیدی اور ابن حجر عسقلانی بھی شامل ہیں۔[6] اس سن پیدائش کو بطرس بستانی اور خیر الدین الزرکلی نے بھی قبول کر لیا ہے۔[7]

---

[1] یاقوت الحموی: معجم الادبا، قاہرہ ۱۲۹۹ھ، ج ۶، ص ۱۶۸، ابن خلکان: وفیات الاعیان، قاہرہ ۱۹۴۸ء، ج ۱، ص ۲۰۶، ابن العماد الحنبلی، شذرات الذہب، قاہرہ ۱۳۵۰ھ، ج ۳، ص ۱۱۳۔

[2] معجم، ج ۶، ص ۲۲۶، الثعالبی، یتیمۃ الدہر، قاہرہ ۱۹۳۴ء، ج ۳، ص ۲۵۲۔

[3] وفیات، ج ۱، ص ۲۰۹۔ [4] معجم ج ۶، ص ۲۰۹۔

[5] السیوطی: بغیۃ الوعاۃ، قاہرہ ۱۳۲۶ھ، ص ۱۹۶۔

[6] وفیات، ج ۱، ص ۲۰۹، ابوالفدا: المختصر فی اخبار البشر، قاہرہ ۱۳۲۵ھ، ج ۲، ص ۱۳۰، معجم، ج ۶، ص ۲۰۸، العسقلانی: لسان المیزان، حیدرآباد ۱۳۳۱ھ، ج ۱، ص ۳۱۴۔

[7] بطرس بستانی: دائرۃ المعارف، ج ۱، ص ۵۸۰، الزرکلی: الاعلام، قاہرہ ۱۹۵۴-۵۹، ج ۱، ص ۱۰۶۔

سنِ پیدائش کی طرح ان کی جائے ولادت بھی مختلف فیہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اصطخر میں پیدا ہوئے[۸] بعض کے نزدیک طالقان ان کی جائے پیدائش ہے[۹] اور کچھ محقق رے (موجودہ طہران) کو ان کا مقامِ پیدائش کہتے ہیں[۱۰]۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو قزوین[۱۱] اور اصفہان[۱۲] کو بھی ان کی جائے ولادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ قرینِ قیاس یہی ہے کہ وہ اصطخر میں پیدا ہوئے ہوں گے اور بعد میں کسی وقت طالقان منتقل ہو گئے ہوں گے، جو الثعالبی کے بقول اصفہان ہی کا ایک قصبہ ہے۔ پھر اصفہان کا رخ کیا جہاں وہ وزیر بننے تک سکونت پذیر رہے[۱۳]۔ صاحب کے ترجمہ نگار بتاتے ہیں کہ ان کے والد اور دادا بھی وزیر تھے۔ اس بیان کی تصدیق رستمی کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے:

یَروِی عن العباس عبّاد وزارتہ   و اسمٰعیل عن عبّاد[۱۴]

صاحب ابن عباد کو اپنے زمانے کے معتبر اور مستند اساتذہ ملے۔ ان کے فیضِ صحبت نے صاحب ابن عباد کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا۔ ان میں ابوالفضل ابن العمید، ابن فارس، ابوسعید السیرافی، ابوبکر بن کامل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ابوالفضل ابن العمید نہ صرف ایک سخت منتظم اور سیاست دان تھے بلکہ وہ علم و ادب کے بھی شہسوار تھے۔ صاحب نے چھوٹی عمر میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اپنی غیر معمولی ذہانت و فطانت کی وجہ سے ابن العمید کے دل و دماغ پر چھا گئے، جس کا نتیجہ بعد میں یہ نکلا کہ ابن العمید نے انھیں اپنا سیکرٹری بنا لیا[۱۵]۔ مگر آدم میز (ADEM MEZ) نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر ابن عبّاد ایک مدرس تھے، طالع نے یاوری کی سیکرٹری ہوئے اور بعد ازاں کرسیِ وزارت پر بھی متمکن ہوئے[۱۶]۔

۸۔ وفیات، ج ۱، ص ۲۰۹۔
۹۔ معجم، ج ۶، ص ۱۶۸۔
۱۰۔ ایضاً۔
۱۱۔ لسان، ج ۱، ص ۴۱۶
۱۲۔ یتیمۃ الدہر، ج ۳، ص ۲۶۷۔
۱۳۔ آل یاسین، الصاحب ابن عبّاد، بغداد ۱۹۵۷، ص ۲۶۔
۱۴۔ یتیمۃ الدہر، ج ۳، ص ۱۹۰۔
۱۵۔ معجم، ج ۶، ص ۱۷۲۔
۱۶۔ RENAISSANCE OF ISLAM, DELHI, 1979, p. 104.

۳۴۷ھ میں صاحب بویہی امیر مؤیدالدولہ کی خدمت میں تھے۔ اسی سن میں مؤیدالدولہ کو بغداد جانا پڑا تو صاحب کو اپنے سیکرٹری کی حیثیت سے ساتھ لے گئے، حالانکہ اس وقت صاحب کی عمر صرف اکیس سال تھی۔[17] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم عمری میں ہی انھیں اہم ذمہ داریاں نبھانے کا سلیقہ آگیا تھا۔ انھوں نے مؤیدالدولہ کو اپنی خداداد ذہانت و معاملہ فہمی سے اس حد تک متاثر کردیا کہ وہ ہر وقت انھیں ساتھ رکھتے۔

۳۶۶ھ میں رکن الدولہ کا انتقال ہوا تو مؤیدالدولہ ان کے بیٹے ہونے کی وجہ سے خود بخود رے اور اصفہان کے مالک بن گئے۔ مؤیدالدولہ نے ابن الفتح ابن العمید کو وزیر بنایا مگر صاحب ان کے قریب ترین ساتھی کی حیثیت سے دربار سے وابستہ رہے۔[18] یہ چیز وزیر کو ناپسند ہوئی جنھوں نے صاحب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔[19]

ابو حیان التوحیدی نے اس سلسلے میں مزید معلومات بہم کی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صاحب نے مؤیدالدولہ کے سامنے وزیر کی مخالفت کی، وزیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے جوش میں آکر صاحب ہی کو میدان سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا۔ انھوں نے مؤیدالدولہ کو اپنی ناپسندیدگی سے آگاہ کیا۔ صاحب نے خود ابن العمید کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اس کے پاس بذاتِ خود گئے اور ان کے تمام شکوک و شبہات دور کرنے کی کوشش کی اور درخواست کی کہ وزیر انھیں اپنے سیکریٹریٹ میں جگہ دیں۔ وہ ہمیشہ وزیر کی نظروں کے سامنے رہیں گے اور کسی ایسے کام میں دلچسپی نہیں لیں گے جس سے وزیر خفا ہوں۔ مگر وزیر نے انھیں فوراً رے چھوڑنے اور اصفہان جانے کا حکم دے دیا۔ لہٰذا صاحب ابن عباد نے بادلِ ناخواستہ خوف اور مایوسی کی حالت میں اصفہان کا رخ کیا۔[20] معلوم ہوتا ہے کہ مؤیدالدولہ خود اپنے وزیر ابن العمید کو ہٹانے کے لیے کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ امیر الامرا شاہنشاہ عضدالدولہ بھی وزیر سے ناراض ہوگئے۔ انھوں نے وزیر کے

---

۱۷ مسکویہ: تجارب الامم، ۱۸۶۹ء۔ لائیڈن۔ ج ۶، ص ۱۶۸۔

۱۸ معجم، ج ۱۴، ص ۱۹۴، توحیدی، اخلاق الوزیرین، دمشق ۱۹۶۵ء، ص ۵۳۴۔

۱۹ ایضاً۔ ۲۰ اخلاق، ص ۵۳۶۔

قتل کا حکم دے دیا، لہٰذا وزیر کو بڑی بے دردی کے ساتھ عالم شباب میں قتل کیا گیا۔ اس کے بعد ہی ابن عباد کو اصفہان سے بلایا گیا اور کرسیِ وزارت پیش کی گئی جو انھوں نے قبول کرلی[۲۱]۔ قلم دانِ وزارت سنبھالنے کے بعد انھوں نے ان تمام لوگوں کو معاف کردیا جنھوں نے انھیں ابن العمید کے دور میں پریشان کرنے یا زک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ جب ان کی موت و حیات صاحب کے ہاتھوں میں تھی اس وقت صاحب نے انھیں پردۂ عفو و درگزر سے ڈھانک لیا[۲۲]۔

وزیر کی حیثیت سے ابن عباد نے جن صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، ان پر شہنشاہ عضدالدولہ نے اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا۔[۲۳] ۳۶۹ھ میں عضدالدولہ نے اپنے حریف فخرالدولہ کی ریاست کے بعض حصوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ نہاوند پہنچ کر فخرالدولہ کے محل پر قابض ہوئے، جو پہلے ہی قابوس بن وشمگیر کے پاس بھاگ چکے تھے[۲۴]۔ مقبوضہ علاقوں یعنی نہاوند اور ہمدان کو وہ اپنے حریف بھائی مؤیدالدولہ کو بخش دینا چاہتے تھے۔

صفر ۳۷۰ھ میں صاحب ابنِ عباد مؤیدالدولہ کے نمائندے کی حیثیت سے عضدالدولہ کے پاس چلے گئے۔ عضدالدولہ اپنے خیمے سے کافی دور تک باہر آکر ان کے استقبال کو بڑھے اور صاحب کو بڑے اور اہم اعزازات سے نوازا۔ اپنے سیکریٹریوں اور دیگر متعلقین کو ابن عباد کے پاس حاضر رہنے کا حکم دے دیا جنھوں نے صاحب کو کمال عزت سے نوازا اور ان کی خدمت میں لگے رہے۔ عضدالدولہ نے کئی بار ان سے ملاقاتیں کیں تاکہ مؤیدالدولہ کے دل میں عضدالدولہ کی طرف سے جو خدشات ہیں، ان کو دور کیا جائے اور مؤیدالدولہ کے دل کو جیت لیا جائے[۲۵]۔ ادھر مؤیدالدولہ نے صاحب کی غیر موجودگی محسوس کی، انھوں نے اپنے خطوط میں صاحب کو اس کی شکایت بھی کی اور ان کی غیر حاضری میں جس بدنظمی نے سر اٹھایا تھا اس کا بھی تذکرہ کیا[۲۶]۔

عضدالدولہ نے صاحب کو خلعتِ شاہی سے نوازا اور فارس کے جوار میں ایک جاگیر بھی عطا کی[۲۷]۔

۲۱؎ معجم، ج ۱۴، ص ۲۲۷۔ ۲۲؎ الخوارزمی: رسائل، ص ۵۲۔

۲۳؎ معجم، ج ۶، ص ۲۸۰۔ ۲۴؎ ایضاً، ص ۱۸۳۔

۲۵؎ ابوشجاع: ذیل التجارب الامم مصر ۱۹۱۶، ص ۱۱-۱۰۔ ۲۶؎ ایضاً، ص ۱۱۔ ۲۷؎ ایضاً۔

۳۷۱ھ میں عضدالدولہ نے نامعلوم وجوہ کی بنا پر صاحب کو محبوس کرنا چاہا ۔ قاضی محسن التنوخی نے جو
عضدالدولہ کے مصاحبین میں سے تھے صاحب ابن عبّاد کو اس راز سے آگاہ کیا، جس کی وجہ سے ابن عبّاد عضدالدولہ
کی گرفت سے بچ نکلے۔ صاحب نے اس کے بدلے میں تنوخی کو قیمتی ملبوسات اور سات ہزار درہم دیے۔[۲۸]
عضدالدولہ نے تنوخی کو اس افشائے راز پر ان کے اپنے ہی گھر میں نظر بند کر دیا اور تنوخی عضدالدولہ کی
وفات کے سن یعنی ۳۷۲ھ تک اسی حالتِ نظر بندی میں رہے۔[۲۹]

مؤیدالدولہ کا انتقال ۳۷۳ھ میں ہوا اور ابن عباد کی اس کے ساتھ رفاقت ختم ہوگئی ۔ جوانی ہی سے
ابن عبّاد مؤیدالدولہ کے ساتھ رہے ۔ اس طویل رفاقت کی بنا پر مؤیدالدولہ نے انھیں "صاحب" کا لقب
دیا تھا ۔ ابن تغری بردی کے بقول ابن عبّاد پہلے شخص ہیں جنھیں یہ لقب ملا ہے ۔ اس لقب نے
اتنا رواج پایا کہ لوگ ان کا اصل نام ہی بھول گئے اور وہ "صاحب" ہی کے نام سے مشہور ہو گئے۔[۳۰]

ابن خلکان کا خیال ہے کہ ابن عبّاد کو "صاحب" کا لقب ابوالفضل ابن العمید کے ساتھ منسلک
ہونے پر ملا ہے اور یہ لقب انھیں ابن العمید نے ہی دیا ہے ۔ ابن خلکان کے اس خیال کی تائید ابن العماد حنبلی
اور ابوالفدا نے بھی کی ہے[۳۱] مگر ابواسحاق الصابی کے نزدیک ابن تغری بردی کا قول ہی صحیح ہے ۔ الصابی
نے "کتاب التاجی" میں لکھا ہے کہ "صاحب" کا لقب مؤیدالدولہ کے ساتھ طویل رفاقت کی بنا پر
ملا ہے ۔ اسی بیان کو السیوطی اور یاقوت نے بھی قبول کیا ہے۔[۳۲] ان حالات میں ابن تغری بردی ہی کے قول
کو قبول کیا جا سکتا ہے کیوں کہ الصابی، ابن عبّاد کے معاصر تھے اور ان کے ساتھ مراسلت بھی تھی ۔ دوسرے
یہ کہ ابن تغری بردی نے لکھا ہے کہ ابن عبّاد کے بعد ہر وزیر کو "صاحب" کہا جاتا تھا ۔ اگر ابن العمید کے ساتھ
"صاحب" کے لقب کو کوئی تعلق ہوتا تو ان وزرا کو ابن عبّاد کے بعد یہ لقب کیوں ملتا؟[۳۳]

۲۸؎ معجم، ج ۱۷، ص ۱۱۳۔ ۲۹؎ ذیل، ص ۲۰۔

۳۰؎ ابن تغری بردی، النجوم: ج [illegible]۔

۳۱؎ وفیات، ج ۱، ص ۲۰۷، شذرات، ج ۳، ص ۱۱۳، المختصر، ج ۲، ص ۱۳۰۔

۳۲؎ معجم، ج ۶، ص ۱۷۳، وفیات، ج ۱، ص ۲۰۷، بغیہ، ص ۱۹۶۔

۳۳؎ نجوم، ج ۴، ص ۱۷۰۔

یاقوت ہی کے بقول مویدالدولہ کے سیکریٹری ہونے اور بہترین صلاحیتوں کے مالک ہونے کی بنا پر انھوں نے صاحب کو "کافی الکفات" کا لقب بھی دے دیا[۳۴]

مویدالدولہ کا انتقال ہوا تو ابن عبّاد نے فوراً فخرالدولہ کو لکھا کہ وہ شہزادہ خسرو فیروز سے حلف وفاداری لینے کے لیے اپنے بھائی اور قریبی لوگوں کو بھیجیں[۳۵]۔ صاحب نے تمام معاملات کو سنبھالا اور فوج میں کسی بھی امکانی بغاوت کو روکنے اور انتقالِ اقتدار کے وقت کسی بھی گڑبڑ کو دبانے کے لیے فوج کی تنخواہ دوگنی کر دی۔ اس کے بعد لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر فخرالدولہ سے اظہار وفاداری کرنے کے لیے بھی بھیج دیا۔ فخرالدولہ ان ایام میں نیشاپور کے قریب انتہائی پریشان حالت میں تھے۔ جب انھوں نے ابن عبّاد کا خط پایا اور اس کے بعد ابن عبّاد ہی کے کہنے پر دوسرے امرا نے بھی وفاداری کے خطوط بھیجے تو وہ فوراً جرجان کی طرف روانہ ہوئے[۳۶]

فخرالدولہ کے جرجان کے قریب پہنچنے کی خبر سنتے ہی ابن عبّاد نے فوج کو فخرالدولہ کے لیے وفاداری کا اظہار کرنے کو کہا۔ فوج نے ابوالحسین محمد بن علی کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے فخرالدولہ کے پاس بھیجا، جنھوں نے اپنی شکایات و مطالبات فخرالدولہ کے سامنے رکھے جو منظور کر لیے گئے[۳۷] اس کے بعد دوسرے لوگ بھی جوق در جوق فخرالدولہ کے سامنے حاضر ہو کر اظہارِ وفاداری کرنے لگے۔ آخر میں صاحب ابن عبّاد ملاقات کو گئے۔ فخرالدولہ نے ان کا انتہائی عزت و تکریم سے استقبال کیا[۳۸]

فخرالدولہ جب کامیابی کے ساتھ تختِ سلطنت پر متمکن ہوئے تو صاحب نے وزارت سے مستعفی ہونے کی درخواست کی تاکہ وہ اپنے مذہبی فریضوں کی طرف توجہ کر سکیں[۳۹]۔ غالباً اس طرح سے ابن عباد یہ جاننا چاہتے تھے کہ فخرالدولہ کے دل میں ان کے بارے میں کیا رائے ہے، کیوں کہ ابن عبّاد نے فخرالدولہ کے حریفوں عضدالدولہ اور مویدالدولہ کے ساتھ کام کیا تھا اور اہم معاملات میں انھوں نے کلیدی رول ادا کیا تھا۔ فخرالدولہ کو چوں کہ ابن عبّاد کی صلاحیتوں کا علم تھا لہٰذا انھوں نے ابن عبّاد کی اس درخواست

---

۳۴ معجم، ج ۶، ص ۱۷۳۔
۳۵ ذیل، ص ۹۳۔
۳۶ ایضاً، ص ۹۴۔
۳۷ ایضاً۔
۳۸ ایضاً۔
۳۹ ایضاً۔

دستبردار کر دیا اور کہا کہ "ہم نے امارت کو اپنے لیے اور وزارت کو آپ کے لیے پسند کیا ہے۔ اگر آپ اس عہدے کو چھوڑ دیں گے تو ہم بھی امارت پر لات ماریں گے[40]۔ جس طرح امارت ہماری وراثت ہے اسی طرح وزارت آپ کی وراثت ہے[41]"۔ یہ سن کر ابن عبّاد نے اپنی درخواست واپس لے لی۔ بعد ازاں ابن عبّاد کو فخر الدولہ نے خلعت شاہی اور ایسے انعامات و اکرامات سے نوازا جو فخر الدولہ نے کسی اور کو نہیں دیے[42]۔

فخر الدولہ میں نظم مملکت کو اچھی طرح چلانے کی بہت زیادہ صلاحیت نہیں تھی لہذا وہ مکمل طور پر اپنے قابلِ اعتماد وزیر ابن عبّاد ہی پر انحصار کرتے تھے۔ ابن عبّاد نے ہر کام اپنی مرضی کے مطابق کیا اور انتظامیہ کو اس ڈھنگ سے چلایا کہ ان کی شہرت دیگر ریاستوں اور ملکوں تک پھیل گئی۔ کہا جاتا ہے کہ نوح بن منصور سامانی نے انھیں خراسان کی وزارتِ عظمی کی پیش کش کی مگر صاحب نے یہ پیش کش یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ وہ ان لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتے جن کی وجہ سے اتنا مقام حاصل کیا ہے۔ مزید برآں یہ کہ ان کی ذاتی لائبریری کو منتقل کرنے کے لیے چار سو اونٹوں کی ضرورت پڑے گی[43]۔

ابن عبّاد نہ صرف ایک پُر وقار اور صاحب جبروت منتظم تھے بلکہ انھوں نے ایک ماہر فوجی سربراہ کی حیثیت سے بھی نمایاں کارنامے انجام دیے۔ فخر الدولہ کے لیے انھوں نے پچاس قلعے تسخیر کیے[44]۔

۳۷۴ھ میں ابن سعدان اور صاحب کی مشترکہ کوششوں سے ہی امیر الامرا صمصام الدولہ اور فخر الدولہ کے درمیان صلح ہوئی۔ ابنِ سعدان خود بھی ایک اچھے منتظم اور عالم و فاضل تھے، انھوں نے زبان و ادب کی کافی خدمت کی ہے۔ وہ ہمیشہ ابن عبّاد کو "الصاحب الجلیل" کہا کرتے تھے[45]۔ اپنے امیر کے مفادات کے لیے اور سیاسی مخالفین کو دبانے کے لیے بھی کبھی کبھی صاحب نے بے رحمی سے کام لیا ہے۔ انھوں نے علی بن کمہ کو زہر دلوایا اور اس کے خزانے اور قلعوں اور زمینوں کو اپنے قبضے میں کر لیا[46]۔

---

۴۰ ایضاً، ص ۹۵۔ ۴۱ معجم، ج ۶، ص ۱۷۴۔ ۴۲ ذیل، ص ۹۴۔

۴۳ معجم، ج ۶، ص ۲۵۹، یتیمہ، ج ۳، ص ۱۹۳، ابن الجوزی: المنتظم حیدرآباد ۱۳۵۸ھ، ج ۷، ص ۱۸۰۔

۴۴ المنتظم، ج ۷، ص ۱۸۰۔ ۴۵ نجوم، ج ۴، ص ۱۴۵۔

۴۶ ذیل، ص ۹۵۔

فخرالدولہ کو صاحب کی پُر ہیبت شخصیت کا احساس تھا۔ لہذا انھوں نے کبھی بھی کسی کام پر اپنا اظہارِ خفگی نہیں کیا۔ تاریخ میں یہ بات محفوظ ہے کہ جب بھی فخرالدولہ اور ابن عبّاد کے درمیان اختلاف رائے ہوتا تو اس وقت ابن عباد ہی کی رائے معتبر ٹھہرتی[47] فخرالدولہ صاحب کا اتنا خیال رکھتے کہ جب وہ تفریح کے موڈ (Mood) میں ہوتے تو اس وقت صاحب کو باریابی نہ ملتی۔ وہ صاحب کی موجودگی میں شراب بھی نہیں پیتے[48] اور نہ اُن سے کبھی مذاق کرتے۔ ایک دفعہ فخرالدولہ نے صاحب کے اعتزال پر کچھ کہا جو ان پر گراں گزرا، انھوں نے فخرالدولہ سے ملنا ترک کر دیا۔ فخرالدولہ کو جب ابن عبّاد کی خفگی کا علم ہوا تو ابن عبّاد سے معذرت کی اور پھر کبھی ایسی بات منہ سے نہیں نکالی[49]

خاندان بویہ کے شہزادے ابن عبّاد کی بہت عزت و احترام کرتے تھے، جب بھی وہ اُن کے محل میں جاتے وہ آنکھیں نیچی کیے باریابی کے لیے کھڑے انتظار کرتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر شرف باریابی حاصل ہوا تو اُن کی تمام آرزوئیں پوری ہوجائیں گی اور وہ ہر معاملے میں کامیابی اور فارغ البالی سے ہم کنار ہوجائیں گے[50]
جب انھیں ابن عبّاد کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت ملتی تو وہ زمین کو تین بار چومتے اور آنکھیں نیچی کیے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھتے۔ رخصت ہوجانے سے قبل بھی وہ دوبارہ زمین بوسی کرتے[51]

کہا جاتا ہے کہ ۳۸۵ھ میں صاحب نے ماہرینِ نجوم کو بلایا تا کہ آنے والے واقعات سے باخبر رہیں۔ نجومیوں نے ان کی موت کی طرف اشارہ کیا جو وہ سمجھ گئے۔ اس موقع پر انھوں نے اپنے احساسات کا اظہار ان اشعار میں کیا:

یا مالک الارواح والاجسام — وخالق النجوم والاحکام
ومدبر الضیاء والظلام — لا المشتری ارجوه للانعام
والعلم عند الملک العلّام — یا رب فاحفظنی من الأسقام[52]

جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو زبان پر یہ شعر تھا۔

---

۴۷ معجم، ج ۶، ص ۱۷۴۔ ۴۸ یتیمہ، ج ۳، ص ۱۹۹۔
۴۹ معجم، ج ۶، ص ۲۸۴، یتیمہ، ج ۳، ص ۱۸۰۔ ۵۰ معجم، ج ۶، ص ۴۶ - ۲۴۵۔
۵۱ ایضاً، ص ۳۹ - ۲۳۸۔ ۵۲ یتیمہ، ج ۳، ص ۲۵۲۔

انیّ و حقّ خالقی علی جناح السفر[۵۳]

ایام علالت میں امرا اور بڑے بڑے لوگ ان کے یہاں آتے اور عیادت کرنے کے بعد چلے جاتے۔ خود فخرالدین کئی بار عیادت کو گئے[۵۴] کہا جاتا ہے کہ جب صاحب زندگی سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے فخرالدولہ سے کہا کہ "میں نے اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ خدمت انجام دی۔ اگر آپ نے انتظام مملکت میں اسی پالیسی کو جاری رکھا تو جو بھی فوائد اس سے حاصل ہوں گے، انھیں آپ کی طرف منسوب کیا جائے گا اور مجھے فراموش کیا جائے گا اور اگر آپ نے اس پالیسی کو ترک کیا تو لوگ تمام ناکامیوں کو آپ کی طرف منسوب کریں گے اور میرے شکرگزار رہیں گے۔ حکومت اور انتظامیہ میں جو خرابی واقع ہوگی اس کے ذمے دار آپ ٹھہرائے جائیں گے[۵۵]

ابو محمد لائبریرین روزانہ صاحب کے گھر پر رہتے جو اصل میں فخرالدولہ کے مخبر تھے۔ جمعرات ۲۴ صفر ۳۸۵ھ کو ۵۹ سال کی عمر میں رے میں صاحب نے انتقال کیا[۵۶] ابو محمد نے فوراً فخرالدولہ کو باخبر کیا، جنھوں نے اپنے آدمیوں کو صاحب کے محل اور اس کی تمام اشیا کو قبضے میں کرنے کے لیے بھیجا۔ انھیں محل میں ایک تھیلا بھی ملا جس میں ان لوگوں کی رسیدیں تھیں جن کے ذمے صاحب کے ۱/۲ لاکھ دینار تھے فخرالدولہ نے انھیں بلوایا اور ان سے مذکورہ رقم فوراً واپس لی۔ کچھ اور تھیلوں پر مؤیدالدولہ کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ اس چیز نے کئی چیزوں کو جنم دیا۔ معاندین نے اسے خیانت سے تعبیر کیا اور مداحوں نے اسے وہ رقم قرار دیا جو مؤیدالدولہ نے اپنے عیال کے لیے ابن عبّاد کے پاس امانتاً رکھی تھی۔ محل کی تمام اشیا اور ذخیرے فخرالدولہ کے محل میں منتقل کیے گئے[۵۷] عجیب بات ہے کہ زندگی میں فخرالدولہ نے ابن عبّاد کو بہترین عزت و اعزاز سے نوازا مگر انتقال کے فوراً بعد ان کی تمام جائداد ضبط کر لی۔

ابن عباد کی نمازِ جنازہ ابوالعباس ضبی نے پڑھائی اور وہ تعزیت کرنے والوں سے ملنے کے لیے صاحب کے محل میں بیٹھ گئے۔ ان کے سوگ میں شہر رے کے تمام دروازے بند کر دیے گئے اور

---

۵۳ ایضاً، ص ۲۰۳۔
۵۴ معجم، ج ۲، ص ۱۱۴، منتظم، ج ۷، ص ۱۸۱۔
۵۵ ذیل، ص ۲۶۱۔
۵۶ معجم، ج ۲، ص ۱۱۴، منتظم، ج ۷، ص ۱۸۱۔
۵۷ ذیل، ص ۲۶۲۔

تمام لوگ ان کے محل کے سامنے جمع ہو گئے۔ فخرالدولہ اور تمام بڑے بڑے امرا ماتمی ملبوسات میں موجود تھے۔ جب تابوت نمودار ہوا تو تمام لوگوں نے ایک ساتھ چیخ ماری اور زمین پر گر گئے۔ فخرالدولہ اور ان کے دوسرے ساتھی جنازے کے آگے آگے چلے اور کئی دن تک تعزیت کرنے والوں سے ملتے رہے۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ جنازے کو دیکھتے ہی لوگوں نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے اور اپنے چہروں پر طمانچے ملے[۵۸]

تابوت کو اس وقت تک ایک کمرے میں رکھا گیا جب تک اسے اصفہان نہ لے جایا گیا۔ ابن خلکان نے ان کے مقبرے کو دیکھ کر لکھا ہے کہ ان کا مقبرہ اچھی حالت میں ہے اور ان کی بیٹی کی اولاد ہر سال اس کی لپائی کرتی ہے[۵۹] الخوانساری نے روضات الجنات میں لکھا ہے کہ ان کا مقبرہ منہدم ہو گیا تھا مگر امام محمد ابراہیم نے اسے پھر تعمیر کرنے کا حکم دے دیا۔ جس محلے میں صاحب دفن ہیں اسے "باب تغجی" اور "میدان عتیق" بھی کہتے ہیں[۶۰]

ترجمہ نگاروں کو صاحب کے انتقال کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ سمعانی نے ان کا سال وفات ۳۸۴ھ لکھا ہے اور اردستانی نے ۳۸۷ھ کا سن دیا ہے[۶۱] مگر اکثریت ۳۸۵ھ کے حق میں ہے[۶۲] اور یہی بات صحیح بھی ہے۔

اپنے زمانے کی ایک پُر وقار سیاسی شخصیت ہونے پر ان میں احساس برتری پایا جاتا تھا۔ وہ کبھی بھی کسی کے لیے احتراماً کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ ان کی مغرور طبیعت نے انھیں تند مزاج بھی بنا دیا تھا، مگر اس کے باوجود ان کے عفو و درگزر کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے ایک نوکر نے انھیں زہر آلود شراب پیش کی۔ صاحب خود اس چیز سے بے خبر تھے، مگر ان کے دوست نے اس کو بھانپ لیا اور صاحب کو باخبر کیا۔ صاحب نے پوچھا کہ اس کی جانچ کیسے کی جا سکتی

---

۵۸ معجم، ج ۶، ص ۲۷۵۔ ۵۹ وفیات، ج ۱، ص ۲۰۹۔

۶۰ الخوانساری: روضات الجنات، اصفہان ۱۳۶۷ھ، ص ۱۰۹۔

۶۱ آل یاسین، الصاحب بن عباد، ص ۲۶۱۔

۶۲ شذرات، ج ۳، ص ۱۱۳، وفیات، ج ۱، ص ۲۰۹، بغیہ، ص ۱۹۷، ذیل، ص ۲۶۱، یتیمہ ج ۳، ص ۲۵۳، ابن الاثیر: الکامل فی التاریخ، بیروت ۱۹۶۶ء، ج ۹، ص ۱۱۰، معجم، ج ۶، ص ۱۷۱، نجوم، ج ۴، ص ۱۶۹۔

ہے، ان کے دوست نے تجویز کیا کہ شراب نوکر ہی کو پلائی جائے، مگر صاحب نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور جام پھینک دیا۔ یہ صورتِ حال نہ معلوم کتنے لوگوں کی گردنوں کو اڑا دینے کے لیے کافی تھی، مگر صاحب نے اس معاملے کو وہیں پر ختم کر دیا۔ زیادہ سے زیادہ انھوں نے یہ کیا کہ نوکر کو نکال دیا مگر اس کی تنخواہ جاری رکھی۔[۶۳]

رمضان میں ان کے محل سے عصر کے بعد کسی کو افطار کیے بغیر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ الثعالبی کے بقول صاحب رمضان میں بے دریغ خرچ کرتے تھے اور نمازوں اور اعمال صالحہ کی طرف خاص توجہ کرتے تھے۔[۶۴] وہ پانچ ہزار دینار بغداد بھیج دیتے تا کہ مختلف علما میں تقسیم کر دیے جائیں۔[۶۵]

ان کے مذہبی خیالات کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ وہ محقق جو ان کے شیعہ ہونے کے قائل ہیں، کہتے ہیں کہ انھوں نے "کتاب الامامہ" میں حضرت علیؓ کے فضائل کو زیر بحث لایا ہے اور ان کو اپنے متقدمین پر ترجیح دی ہے۔[۶۶] ابن حجر نے عبدالجبار قاضی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "وہ اس رافضی کی نماز جنازہ کیسے پڑھ سکتے تھے۔"[۶۷] بعض لوگ انھیں شافعی قرار دیتے ہیں اور بعض حنفی۔ العسقلانی کی رائے میں وہ معتزلی اور شافعی تھے۔[۶۸] توحیدی کا خیال ہے کہ ان کا جھکاؤ حنفیت کی طرف تھا۔[۶۹] اب جہاں تک ان کے اعتزال کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یاقوت اور ابن حجر نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ ایک مشہور مبلغ اعتزال تھے۔[۷۰] ابوحیان التوحیدی نے بھی لکھا ہے کہ ان کی ذہنی صلاحیتوں پر اعتزال کی چھاپ تھی۔[۷۱] ابن حجر العسقلانی نے خود صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اس نظریے کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں جس پر وہ عمر بھر رہے اور جس کی وجہ سے وہ مشہور و معروف ہوئے۔[۷۲]

---

۶۳ بغیہ، ص ۱۹۷، معجم، ج ۶، ص ۱۸۵۔ ۶۴ یتیمہ، ج ۳، ص ۱۷۳۔

۶۵ منتظم، ج ۷، ص ۱۸۰۔ ۶۶ شذرات، ج ۳، ص ۱۱۵۔

۶۷ لسان، ج ۱، ص ۴۱۶۔ ۶۸ ایضاً، ص ۴۱۳۔

۶۹ توحیدی: الامتاع والموانسہ، قاہرہ ۱۹۵۳، ج ۱، ص ۵۵۔

۷۰ معجم، ج ۶، ص ۲۸۴، لسان، ج ۱، ص ۴۲۳۔

۷۱ لسان، ص ۴۱۵۔ ۷۲ ایضاً۔

ان متضاد اور مختلف آرا کو پڑھ کر ان کے مذہبی نقطۂ نگاہ کے بارے میں کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچا جاسکتا، مگر اگر ہم ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو ہم اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ شیعہ تھے اور معتزلی تھے۔ درج ذیل شعران کے مسلک کی وضاحت کرتا ہے:

قالت: فما اخترت من دین تفوز به   فقلت الی شیعی و معتزلی[۴۳]

علمی خدمات

صاحب ابن عبّاد نہ صرف ایک وزیر تھے بلکہ وہ علم و ادب سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے علما و ادبا کی سرپرستی کی۔ بغداد کے علما وادبا اور شعرا میں وہ ہزاروں درہم و دینار صرف کرتے تھے[۴۴]۔ وہ عمدہ کتابوں پر انعامات بھی دیتے تھے۔ صاحب ہی وہ خوش قسمت انسان ہیں جن کی مدح و مرثیہ میں ایک لاکھ فارسی اور عربی اشعار کہے گئے[۴۵]۔ گو وہ ایک سخت گیر منتظم تھے مگر علما و شعرا کے لیے ان کا رویّہ بہت نرم ہوتا تھا۔ وہ اکثر انھیں ان الفاظ سے مخاطب کرتے:

"یا اخی تکلم واستأنس وافترح وانبسط ولا ترع ولا یروعك هذا الحشم والخدم وهذه المرتبه والمصطبه ... فان سلطان العلم فوق سلطان الولایة فلیفرج روعك والیخم بالك وقل ما شئتك[۴۶]" وہ انھیں یہ بھی کہتے کہ وہ دن میں سلطان ہیں اور رات میں ان کے بھائی۔ وہ ان کے ساتھ آزادی سے ملتے اور بحث کرتے۔ مگر ابن عبّاد اس لحاظ سے بدقسمت تھے کہ انھیں اپنے زمانے کی تیز طرار شخصیت — ابوحیان توحیدی سے دشمنی ہوئی جنھوں نے "اخلاق الوزیرین" میں ان کی شخصیت کے کمزور پہلوؤں کو بڑی بے رحمی سے بے نقاب کیا۔

علم وادب کے ایک بڑے سرپرست ہونے کے علاوہ صاحب ابن عباد خود بھی ایک صاحب تصنیف عالم و فاضل اور شاعر تھے۔ ان ایام میں جب کہ کوئی چھاپہ خانہ نہیں تھا، مصنفین اپنی کتابیں کاتبوں کو املا کراتے۔ ابن عباد کا طریقۂ املا بالکل مذہبی تھا۔ اس مکان کو، جہاں وہ اپنی تصانیف املا کراتے، دارالتوبہ کہتے۔ وہ انتہائی عاجزی سے مختصر نماز پڑھنے اور دعا کے بعد املا شروع کراتے۔ ان کی تصانیف

۴۳۔ یتیمہ، ج ۳، ص ۲۲۴۔   ۴۴۔ منتظم، ج ۷، ص ۱۸۰۔

۴۵۔ معجم، ج ۶، ص ۲۰۷۔ بغیہ، ص ۱۹۷۔   ۴۶۔ معجم، ج ۶، ص ۱۹۹۔

کو املا کرنے والوں کی اتنی بھیڑ ہوتی کہ چھ ملازم رکھنے پڑے جو اس ہال کے تمام گوشوں تک ابن عباد کے الفاظ پہنچا دیتے تھے[1] ابن عبّاد نے لغت، مذہبیات، تاریخ، گرائمر، ادبی تنقید، طب، ادب اور شاعری پر لکھا۔ یہ علم و ادب کی بدقسمتی ہے کہ آج تک ان کی چند ہی مختصر کتابیں طبع ہو سکی ہیں جن کا مختصر تعارف اس مضمون میں کرایا جاتا ہے۔

رسائل ابن عبّاد

ابن عباد کے خطوط کی ایک جلد عبدالوہاب عزّام اور شوقی ضیف کی کوششوں سے قاہرہ سے ۱۳۶۶ھ میں شائع ہوئی ہے۔ خطوط دو سو سے کچھ کم ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ انھوں نے صرف اتنے ہی خطوط نہیں لکھے ہوں گے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ابن عباد نے توحیدی کو ان کے خطوط کی نقل کرنے کا حکم دیا تھا جو تیس جلدوں میں تھے۔ رسائل ابن عباد کا مطبوعہ نسخہ پیرس کے مخطوطے پر مبنی ہے جو ۷۷۵ھ کا لکھا ہوا ہے۔

یہ خطوط مختلف النوع ہیں جن کی اکثریت سرکاری خطوط پر مشتمل ہے جو تاریخی اور ادبی لحاظ سے اہم ہیں۔ ان کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ ان میں دور بویہیہ کی کئی جنگوں کی تفصیل ملتی ہے۔ اسی طرح اس زمانے کے امرا، گورنروں اور ججوں کے نام بھی سامنے آتے ہیں۔ ان خطوط سے خود صاحب اور بویہیوں کے عدالتی، سیاسی اور اخلاقی نقطۂ نظر پر روشنی پڑتی ہے۔ باب اوّل میں عضدالدولہ کی جنگوں اور فتوحات کا ذکر ہے۔ پہلے خط میں صاحب نے فخرالدولہ اور قابوس اور عضدالدولہ کے درمیان طبرستان میں لڑی گئی جنگ کا ذکر کیا ہے۔ صاحب نے اصطرآباد میں فخرالدولہ وغیرہ کی شکست کی تفصیل بھی دی ہے۔ صاحب نے یہ تعجب انگیز بات بھی لکھی ہے کہ بویہی اپنے دشمنوں کے دل جیتنے کے لیے انھیں رہا کر دیتے تھے۔

دوسرے خطوط میں صاحب نے ان لڑائیوں کی تفصیل دی ہے جو عضدالدولہ نے رومیوں اور ہمدانیوں کے ساتھ لڑی ہیں۔ ان لڑائیوں کی بھی تفصیل دی ہے جو عضدالدولہ اور بختیار کے درمیان ہوئی ہیں، جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ عضدالدولہ بختیار کے بدلے امیرالامرا ہو گئے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے

---

[1] معجم، ج ۱۱، ص ۳۱۲۔

اس بات کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ بختیار کو ہٹانے کے لیے خلیفہ اور عضد الدولہ کے درمیان خفیہ مراسلت جاری تھی۔ اسی وجہ سے عضد الدولہ کے بغداد پر قبضہ کرنے کے وقت خلیفہ ان کے استقبال کو بڑھے۔

ان خطوط کے مطالعہ سے ہمیں صاحب کی غیر جانب دار عدلیہ پر یقین، ان کے مسلم اصولِ قانون کا گہرے علم اور مذہبی معلومات کا پتا چلتا ہے۔ انھوں نے قاضی عبدالجبار کو اپنے فیصلوں میں قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کو ملحوظ نظر رکھنے کو کہا۔ انھوں نے یہ بھی تلقین کی ہے کہ امیر اور غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں کرنا چاہیے اور بلا امتیاز مذہب اور نسل انصاف ملنا چاہیے[٥٨]۔ یہ بات عجیب محسوس ہوتی ہے کہ ان خطوط میں انھوں نے کہیں بھی شیعیت کا پرچار نہیں کیا ہے، جب کہ اعتزال کی تبلیغ برابر کرتے نظر آتے ہیں۔

تاریخی اہمیت کے علاوہ، ان خطوط کی ادبی اہمیت بھی ہے ہمیں ان کے ذریعے سے اس زمانے کے ادبی رجحانات اور اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ادبا نے "سجع" کو اپنی تحریروں کا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ ابن عباد اس اسکول کے بانیوں میں سے تھے، اسی لیے توحیدی نے ان کی نکتہ چینی کی ہے[٥٩]۔

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے خطوط کا آغاز مکتوب الیہ کے حق میں دعا اور درود سے کرتے ہیں، وہ اس طرح خط شروع کرتے ہیں:- کتابی — اطال اللہ بقاء الملک۔ ادام اللہ العزۃ والصلوٰۃ علی محمد والہ اجمعین[٦٠]

القاب و آداب کا لمبا چوڑا سلسلہ نہیں لکھتے بلکہ وہی القاب یا خطاب استعمال کرتے ہیں جو خلیفہ کی طرف سے عطا کیے گئے ہیں مثلاً معز الدولہ، رکن الدولہ، عماد الدولہ، عضد الدولہ وغیرہ۔ عضد الدولہ کے لیے وہ الملک، شہنشاہ اور الملک السید کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کیوں کہ عضد الدولہ پہلے امیر الامرا تھے جنھوں نے شاہنشاہ اور ملک کے لقب اپنے لیے استعمال کیے۔ اپنے مخاطبین کے لیے "الحضرۃ السامیہ" "الحضرۃ الشریفۃ" "المجلس العالی"

---

٥٨ رسائل۔ قاہرہ ١٣٦٦ھ، ص ٣٧-٣٥۔ ٥٩ اخلاق، ص ١١٧۔

٦٠ رسائل، ص ٩١، ٩٦۔

" المجلس الشریف "[۸۱] جیسے پروقار الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اپنے اسلوب کو وزن دار بنانے کے لیے وہ ایسے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں جو عربی میں پائے ہی نہیں جاتے مثلاً الطغائین۔ ضغائن۔ افطار، انفضار وغیرہ[۸۲] اسلوب کو پرشوکت بنانے کے لیے وہ " قاف " " ضاد " " الظاء " " الصاد " " الطاء " جیسے حروف والے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اپنے خطوط میں صاحب ابن عبّاد نے قرآن، حدیث اور اشعار کا جا بجا استعمال کیا ہے۔

رسالۃ فی الھدایۃ والضلالۃ :۔ یہ کتاب علی حسین محفوظ نے ایڈٹ کر کے شائع کی ہے۔ اس کا مخطوطہ طہران میں پایا گیا جو صاحب ہی کی زندگی میں ۳۶۴ھ میں لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب انیس مطبوعہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل میں یہ اس خط کا جواب ہے جو سائل نے ابن عبّاد کو " ہدایت اور ضلالت " کے معنی سمجھانے کے لیے بھیجا تھا۔ ابن عبّاد نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنا جواب دیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو :۔

اعلم ان الھدایۃ فی القرآن علی وجوہ شتّی وفیھا : الھدایۃ الی الدلالۃ وھی ازاحۃ العلۃ واقامۃ الادلۃ والدعاء الی الطاعۃ وتقدیم الاستطاعۃ ورفع الحیلولۃ والمنع ... فقال اللہ " شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبیّنات من الھدی والفرقان۔

والاضلال علی وجوہٍ منھا ما یفعلہ الشیاطین الانس والجن وھو الاضلال عن الدین والاغوا عن الرشد ... "[۸۳]

ابانۃ عن مذھب اھل العدل :۔ اس کتابچے کا پورا نام " ابانۃ عن مذھب اھل العدل بحجج القرآن والعقل " ہے۔ آل یاسین نے اس کو ایڈٹ کر کے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا ہے۔ اس میں وجود ذات باری، خالق کائنات، توحید، اللہ کی صفات رحمانی، پیغمبر نبوت اور آخر میں حضرت علیؓ کی فضیلت، ان کے پیش روؤں کے عنادین پر بحث کی ہے۔ اس

---

[۸۱] ایضاً، ص ۳۱، ۷۲، ۷۳۔ [۸۲] ایضاً، ص ۹۱، ۹۶۔

[۸۳] رسالۃ فی الھدایۃ والضلالۃ، ص ۴۱، ۴۲۔

کے علاوہ انھوں نے اس رسالے میں اعتزال کے حق میں بھی بحث کی ہے اور جبریہ کی تنقید کی ہے؛ اور مرجیہ اور خوارج کے خیالات کا جائزہ بھی لیا ہے۔

عنوان المعارف : یہ کتابچہ بھی "ابانہ" کے ساتھ ہی آل یاسین نے شائع کیا ہے۔ اس کا موضوع اسلامی تاریخ ہے۔ اس کتابچے میں رسول اللہ کا لقب، آپ کی اولاد، ازواج مطہراتؓ، چچے، چاچیوں اور گھوڑوں تک کے نام درج ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بدر، اُحد اور احزاب کی جنگوں کا مختصر تذکرہ ہے۔ اس کے بعد خلافتِ راشدہ پر لکھا ہے۔ اموی دور کے سلسلے میں لکھا ہے کہ معاویہ سے ہی اسلام میں ملوکیت کا دور شروع ہوا۔ اور اس سلسلے کے بادشاہوں کا ذکر کیا ہے۔ دور اموی میں ہی انھوں نے ان لوگوں کا ذکر بھی کیا ہے جنھوں نے اموی عنانِ حکومت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی مخالفت کی۔ اسی سلسلے میں حضرت حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، اور محمد بن حنفیہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد عباسی حکمرانوں کا تذکرہ آیا ہے۔ یہ سلسلہ مُطیع تک چلا گیا ہے۔ اس کتابچے کا مخطوطہ ۴۳۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔

التذکرہ :- یہ کتابچہ آل یاسین نے ۱۹۵۴ء میں بغداد سے شائع کیا۔ اس میں ابن عبّاد نے معتزلیوں کے اصولِ خمسہ پر بحث کی ہے اور قرآن و حدیث اور عقل سے استناد کیا ہے۔ معتزلیوں کے وہ اصولِ خمسہ جو عباد نے زیرِ بحث لائے ہیں، یہ ہیں۔

"التوحید والعدل والصدق فی الوعد والوعید والمنزلة بین المنزلتین والامر بالمعروف ونھی عن المنکر۔"[۸۴]

کتابچے کے آخر میں انھوں نے ذاتِ باری، قرآن شریف اور خلافت علی پر بحث کی ہے حضرت علیؓ کے بارے میں کا نقطۂ نظر یہ ہے:

وخیرة الناس بعدہ من اختارہ لاخوتہ علی بن ابی طالب - لاجتماع الجهاد والعزم والعلم والزهد والسابقة فیہ وهذہ الخصال متفرقة فی غیرہ - قال عزّ وجل : والسابقون السابقون اولئك المقربون وقال تعالیٰ : وفضل اللہ

۸۴ے التذکرہ، در نفائس المخطوطات، ج ۲، ص ۸۷۔

المجاهدین علی القاعدین وقال : هل یستوی الذی یعلمون والذین لا یعلمون وقال تعالٰی : فقل لا أسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی "[۸۵]

الکشف عن مساوی شعر المتنبی :۔ یہ کتاب مصر سے ۱۳۴۹ھ میں چوبیس[۲۴] صفحات میں شائع ہوئی ہے ۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے صاحب کی تنقیدی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اس کتاب میں انھوں نے عربی کے عظیم شاعر متنبی کی شاعری پر تنقید کی ہے اور کمزور پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ متنبی نے ان کی شان میں کوئی قصیدہ نہیں کہا جس کی وجہ سے وہ مشتعل ہو گئے اور ان کے خلاف یہ کتاب لکھ ڈالی ۔

صاحب نے متنبی پر یہ تنقید کی ہے کہ انھوں نے بحتری سے اچھا خاصا استفادہ کیا ہے مگر اس کا ذکر بھی نہیں کیا ہے ۔ جب بھی اس کے بارے میں انھیں پوچھا جاتا تو بتاتے کہ وہ نہ بحتری کو جانتے ہیں اور نہ اس کا کلام پڑھا ہے ۔[۸۶]

صاحب نے لکھا ہے کہ متنبی نے اپنے اشعار میں اخلاقِ عالیہ کا خیال نہیں رکھا ہے مثلاً اس شعر کو لیجیے :

صلاۃ اللہ خالقنا حنوط علی الوجہ المکفّن بالجمال[۸۷]

اس شعر میں متنبی نے اپنے امیر کی فوت شدہ ماں کا حسن بے پردہ کیا ہے جو شرافت اور آداب کے خلاف ہے ۔

متنبی نے اپنے اشعار میں رات کو اتنا طویل بنا دیا ہے کہ رات کا کوئی تصور ہی ذہن میں سما نہیں پاتا ، مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو :

احاد ام سداس فی أحادِ لییلتنا المنوطۃ بالتناد[۸۸]

متنبی ایک شعر میں ایک ہی لفظ کو بار بار استعمال کرتے ہیں جس سے شعر میں خرابی پیدا ہوتی ہے جس طرح اس شعر میں پیدا ہو گئی ہے :

---

۸۵ ایضاً ، ص ۹۴-۹۵ ۔
۸۶ الکشف ، ص ۱۱ ۔
۸۷ ایضاً ، ص ۱۲ ۔
۸۸ ایضاً ، ص ۲۱ ۔

ولا ضعف حتی بلغ الضعف ضعفه ولا ضعف ضعف الضعف بل مثل الف[۸۹]

اس شعر میں لفظ "ضعف" کو متنبی نے چھ مرتبہ استعمال کیا ہے۔

متنبی نے ایسے اشعار بھی موزوں کیے ہیں جن میں انھوں نے باقی شعرا سے آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے مگر اپنی اس کوشش میں انھوں نے گھٹیا اشعار کو پیش کیا ہے۔ مثلاً یہ شعر:

لو استطعت رکبت الناس کلھم الی سعید ابن عبد اللہ بعرانا[۹۰]

لوگوں میں شاعر کی ماں بھی شامل ہے۔ کیا شاعر اپنی ماں پر چڑھ کر اپنے ممدوح کے یہاں جانے کو پسند کرے گا؟ اس سے زیادہ رکاکت سے بھرپور اور کون شعر ہو سکتا ہے؟

متنبی نے ایسے اشعار بھی کہے ہیں جن میں پیچیدگی پائی جاتی ہے جو شعر کی خامی تصور ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

لولم تکن مَن ذا الوری الذّ منک ھو عقمت بمولد نسلھا حواءُ[۹۱]

متنبی نے اپنے اشعار میں ایسے الفاظ کا بھی استعمال کیا ہے جو اہل زبان کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو:

شدید البُعد من شرب الشمول ترنج الھند اُو طلح النخیل[۹۲]

مگر صاحب ابن عبّاد کی اس تنقید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عربی شاعری میں متنبی کے مرتبے سے بے خبر یا منکر تھے۔ انھیں اس بات کا احساس تھا اسی لیے تو انھوں نے اس کا تذکرہ کتاب کے مقدمے میں ہی کیا ہے اور متنبی کو ایک دور بین، صحیح فکر اور اعلیٰ مرتبے کا شاعر قرار دیا ہے۔[۹۳]

امثال المتنبی :۔ یہ کتاب متنبی کے ان اشعار پر مبنی ہے جن کا انتخاب صاحب ابن عباد نے اپنے امیر فخر الدولہ کے لیے کیا تھا۔ یہ کتاب آج تک کئی مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ سب سے پہلے ابن معصوم نے اس کو "انوار الربیع فی انواع البدیع" کے ساتھ جگہ دی۔ اس کے بعد یہ کتاب رسالہ "المقتطف" میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۰ء میں یہ علاحدہ کتابی شکل میں شائع ہوئی۔

---

۸۹ ایضاً، ص ۲۳۔ ۹۰ ایضاً، ص ۲۶۔

۹۱ ایضاً، ص ۲۳۔ ۹۲ ایضاً، ص ۱۶۔ ۹۳ ایضاً، دیکھیے مقدمہ۔

مولانا امتیاز علی عرشی مرحوم نے بھی اس کو اپنے نوٹ کے ساتھ "ثقافۃ الہند" میں شائع کیا۔ عرشی مرحوم کا ماخذ "کتاب الانوار" ہی تھی۔ اس کا بہترین ایڈیشن زہدی یکن نے بیروت سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کو صاحب ابن عبّاد نے ۳۷۲ھ میں ترتیب دیا۔ صاحب نے ان اشعار کا انتخاب کیا ہے جن میں پاک بازی، نرمی، شرافت، فنائے دنیا، موت، آخرت، بزدلی اور اس طرح کی دوسری صفات اور رذائل پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

ان اشعار میں حکیمانہ اور پند و نصیحت کا پہلو غالب ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اذا قیل رفقا قال للحلیم موضع	وحلم الفتی فی غیر موضعہ جھل
إذا أنت اکرمت الکریم ملکتہ	وان أنت اکرمت اللئیم تمردا
وما الحسن فی وجہ الفتی شرفاً لہ	اذا لم یکن فی فعلہ والخلائق
حسن الحضارۃ مجلوبٌ بتطریۃٍ	و فی البداوۃ حسن غیر مجلوب
فلا مجد فی الدنیا لمن قلّ مالہ	ولا مال فی الدنیا لمن قلّ مجدہ
اعز مکانٍ فی الدُّنیٰ سرجُ سابحٍ	وخیر جلیس فی الزمان کتاب

ووضع الندی فی موضع السیف بالعُلا

مضر کوضع السیف فی موضع الندی

امثال الصاحب: جس طرح صاحب نے متنبی کے امثال کو جمع کیا ہے، اسی طرح الثعالبی نے "یتیمۃ الدھر" میں ابن عبّاد کے حکیمانہ مقولوں کو جمع کیا ہے۔ چند امثال ملاحظہ ہوں:

۱۔ من کفر النعمۃ استوجب النقمہ۔

۲۔ من ینبت لحمہ علی الحرام لم یحمدہ غیر الحسام۔

۳۔ من لم یھنزہ یسیر الاشارۃ لم ینفعہ کثیر العبارۃ۔

۴۔ متن السیف لین ولاکن حدّہ خشن ومتن الحیۃ الیّن و نابھا أخشن۔

۵۔ لکل امری امل ولکل وقت عمل۔

۶۔ کفران النعم عنوان النقم۔[۹۴]

---

[۹۴] یتیمہ، ج ۳، ص ۲۳۰-۲۳۹۔

دیوان الصاحب :- ابن عبّاد نہ صرف ایک عالم وفاضل، نحوی وادیب اور نقاد تھے بلکہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ وہ جب چاہتے شعر موزوں کر لیتے۔

ان کے مطبوعہ دیوان میں دو ہزار سے زیادہ اشعار ہیں جن میں سے اکثر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سے متعلق ہیں۔ ان کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ انھیں اہل بیتِ رسولؐ سے بے حد محبت تھی اور ان کے اشعار ایسے جذبات سے پُر ہیں۔ یہ شعر مثلاً پیش کیے جا سکتے ہیں:

لو شق علی قلبی یری وسطہ   سطران قد خُطّا بلا کاتب

العدل والتوحید فی جانب   وحُب اھل البیت فی جانب[۹۵]

شفیع اسماعیل فی الآخرہ   محمد والعترۃ الطاھرہ[۹۶]

ان کے اشعار میں صنائع بدائع کا بھی استعمال ہے۔ ایسے اشعار بھی کہے ہیں جن میں "الف" کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے:

محمد بحرٌ زخر   وحیدر کنزٌ ذخر

ونسلھم خیر فرع   یزھو بہ خیر بخیر

ھم بصیرۃ قلبی نفسی   وھم ذخیرۃ دھوی[۹۷]

اسی طرح ایسے بھی اشعار ہیں جن میں "شین" کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

ابن عبّاد نے ایک نظم لکھی ہے جس کے اٹھارہ اشعار ہیں۔ اشعار حروفِ تہجی کی ترتیب سے موزوں کیے گئے ہیں۔ درج ذیل دیکھیے:

الف: امیر المؤمنین علیّ   باء: بہ رکن الیقین قوی

تا: تولی اعدائہ بحسامہ   ثا: ثولی حیث السماك معنی

جیم: جری فی خیر اسباق العلی   حاء: حوی العلیا وھو صبیٌ[۹۸]

ان کے دیوان سے پتا چلتا ہے کہ جوانی میں وہ لذت پرست رہے ہوں گے۔ ان کے اشعار میں

---

۹۵ دیوان، بغداد، ۱۹۶۵، ص ۹۷۔   ۹۶ ایضاً، ص ۲۲۰۔

۹۷ ایضاً، ص ۱۴۷۔   ۹۸ ایضاً، ص ۱۶۰-۱۶۳۔

نوعمر لڑکوں سے خطاب ان کی آزاد طبیعت کا پتا دیتا ہے۔ انھوں نے ابونواس کی طرح اشعار کہے ہیں۔ شراب کی بہت خوب صورت انداز میں یوں تعریف کی ہے:

رق الزجاج ورقة الخمر وتشابها فتشاکل الامر[۹۹]

فکانما خمر ولا قدح وکانما قدح ولا خمر

ابن عباد کو زبان پر ایسا ملکہ حاصل تھا کہ وہ جب چاہتے، شعر موزوں کر لیتے۔ ارتجالاً کہے ہوئے اشعار میں زیادہ تر طنز و مزاح اور ظرافت ہوتی۔ ایک دفعہ ان کے دوست سے ریح خارج ہوئی تو شرمندہ ہو گئے اور دربار سے چلے گئے۔ ابن عباد نے انھیں یہ دو شعر لکھ کے بھیج دیے۔

یا ابن الحمیری لا تذهب علی خجل لحادث منک مثل النای والعود

فانها الریح لا تستطیع تحبسها اذ لست انت سلیمان ابن داؤد[۱۰۰]

المحیط :۔ صاحب کی غیر مطبوعہ کتابوں میں "المحیط" خاصی اہم تالیف ہے۔ ابن خلکان کے بقول لغت پر یہ سات جلدوں کی تالیف ہے۔ مگر یاقوت اور السیوطی کا بیان ہے کہ یہ دس جلدوں میں تھی[۱۰۱] حاجی خلیفہ اور ابن خلکان کی رائے ہے کہ گو اس میں الفاظ کا بڑا ذخیرہ ہے مگر معنی کو سمجھانے کے لیے مثالوں کا کم استعمال ہوا ہے۔ مرحوم پروفیسر عبدالعزیز میمن کی اطلاع کے مطابق اس کا پورا مخطوطہ نجف میں موجود ہے۔ اس کی تیسری جلد "حرف زا" سے "فا" تک کے الفاظ پر مشتمل ہے، مصر کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ایک اور جلد جو "حا" سے "قاف" تک کے الفاظ پر مشتمل ہے، سلطان احمد الثالث کے مجموعۂ کتب میں استنبول میں موجود ہے[۱۰۲]

اس کے علاوہ ابن عباد کی جن اور کتابوں کا ذکر محققین نے اپنی تالیفات میں کیا ہے۔ یہ ہیں:

(۱) رسالة فی الطب (۲) کتاب الکافی فی الرسائل (۳) کتاب الزیدیه (۴) کتاب

۹۹؎ ایضاً، ص ۱۷۶۔ ۱۰۰؎ ایضاً، ص ۲۱۷۔

۱۰۱؎ وفیات، ج ۱، ص ۲۰۸، بغیه، ص ۱۹۷، معجم، ج ۶، ص ۲۶۰۔

۱۰۲؎ دیکھیے مضمون: MAFIZULLAH KABIR: SAHIB IBN ABBAS

در رسالہ ISLAMIC CULTURE, Hyderabad (India) 1943, p191

الاعیاد وفضائل النوروز (۵) الامامة فی تفضیل علی ابن ابی طالب (۶) کتاب الوزراء۔ (۷) مختصر اسماء اللہ وصفاتہ (۸) کتاب العروض الکافی (۹) کتاب جوھرۃ الجمھرۃ (۱۰) کتاب نہج السبیل فی الاصول (۱۱) کتاب اخبار ابی العیناء (۱۲) کتاب نقض العروض۔ (۱۳) کتاب الروزنامجہ (۱۴) کتاب تاریخ الملک واختلاف الدول (۱۵) کتاب الشواھد (۱۶) کتاب الانوار (۱۷) کتاب الاقناع فی العروض (۱۸) کتاب الوقف والابتداء (۱۹) کتاب السیفیہ (۲۰) کتاب الفصول المہذبۃ للعقول (۲۱) کتاب القضاء والقدر (۲۲) کتاب الطیمہ (۲۳) رسالۃ اخری فی الطب (۲۴) الفصول الادبیۃ والمراسلات العبادیہ۔

مختصر یہ کہ ابن عباد اپنے وقت کی اہم شخصیات میں سے تھے۔ انھوں نے نہ صرف سیاسیات میں بھرپور حصہ لیا بلکہ وہ علم وادب کے سرپرست بھی تھے۔ وہ خود بھی بہت بڑے متکلم، زبان داں، شاعر، تاریخ کے ایک عالم اور عروض و بلاغت کے مانے ہوئے عالم تھے۔ انھوں نے عربی زبان و ادب، مذہب اور تاریخ وغیرہ سے متعلق اس قدر قابلِ قدر کام کیا جس نے ان کو لافانی بنا دیا۔